حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ
ایک مظلوم صحابی رسولؐ

از قلم: غازی عزیر، حفید مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، صاحب تحفۃ الاحوذیؒ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ [1]	"ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال عطا فرمائے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں مال عطا فرمایا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور روگردانی کرکے پھر بیٹھے۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اللہ سے ملنے کے دن تک

کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے۔"

سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیات کے اسبابِ نزول کے متعلق اکثر مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ آیات حضرت ثعلبہ بن حاطب الانصاریؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ اس بارے میں جو واقعہ بہت مشہور ہے اور جسے ہمارے اکثر علماء و خطباء زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت کے متعلق اپنی تقریروں اور خطاب میں برملا ذکر کرتے سنائی دیتے ہیں مختلف کتب حدیث و تفسیر میں معمولی لفظی کمی و بیشی کے ساتھ کچھ اس طرح وارد ہے:

"أن ثعلبة بن حاطب أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم	"ثعلبہ بن حاطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

---

[1] سورۃ التوبہ: ۷۵ تا ۷۷

فقال یا رسول اللہ : ادع اللہ أن یرزقنی مالا ، قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ویحك یا ثعلبة قلیل تؤدی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقہ ، قال ثم قال مرة أخری فقال : أما ترضی أن تکون مثل نبی اللہ ؟ فوالذی نفسی بیدہ لو شئت أن تسیر الجبال معی ذھبا وفضة لسارت ، قال والذی بعثك بالحق لئن دعوت اللہ فرزقنی مالا لأعطین کل ذی حق حقہ ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اللھم ارزق ثعلبة مالا ، قال فاتخذ غنما فنمت کما ینمی الدود فضاقت علیہ المدینة فتنحی عنھا فنزل وادیا من أودیتھا حتی جعل یصلی الظھر والعصر فی جماعة ویترك ما سواھما ، ثم نمت وکثرت فتنحی حتی ترك الصلوات إلا الجمعة و ھی تنمی کما ینمی الدود حتی ترك الجمعة فطفق یلتقی الرکبان یوم الجمعة لیسألھم

یارسول اللہ ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے خوب مال عطا فرمائے ۔ آپؐ نے فرمایا : اے ثعلبہ وہ تھوڑا مال جس کا شکر ادا کیا جائے اس کثیر مال سے بہتر ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو ۔ اس نے پھر درخواست کی تو آپؐ نے سمجھایا : کیا تو یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ کے نبی کی طرح ہو جائے ۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ ساتھ چلتے ۔ اس نے عرض کیا : اس اللہ کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں پھر وہ مجھے مال عطا فرمائے تو میں ہر حقدار کا حق پورے پورے طور پر ادا کروں گا ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی : اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا فرما ، اس نے ایک بکری خریدی جس میں اس تیز رفتاری سے زیادتی ہوئی جیسے کیڑے مکوڑے بڑھ رہے ہوں یہاں تک کہ مدینہ منورہ اس کے جانوروں کے لیے تنگ ہو گیا تو اس نے مدینہ چھوڑ دیا اور اس کی ایک وادی میں جا بسا ۔ ظہر و عصر کی نمازیں باجماعت پڑھتا تھا مگر اسے دوسری نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں ۔ پھر اس کے جانوروں میں اور اضافہ ہوا تو اسے مزید دور جانا پڑا ۔

عن الاخبار فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم : ما
فعل ثعلبة ؟ فقالوا يا رسول الله
اتخذ غنما فضاقت عليه المدينة
فاخبروه بأمره فقال يا ويح ثعلبة
يا ويح ثعلبة وانزل الله جل ثناؤه
﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾
الآية نزلت فرائض الصدقة
فبعث رسول الله صلى الله عليه
وسلم رجلين على الصدقة
من المسلمين رجلا من جهينة
ورجل من سليم وكتب لهما كيف
يأخذان الصدقة من المسلمين
وقال لهما : مرا بثعلبة وبفلان
رجل من بني سليم فخذا صدقاتهما
فخرجا حتى أتيا ثعلبة فسألاه
الصدقة وأقرآه كتاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقال ما
هذه الا جزية ما هذه إلا
اخت الجزية ما أدري هذا ؟
انطلقا حتى تفرغا ثم عودا إلى
فانطلقا وسمع بهما السلمي
فنظر إلى خيار أسنان إبله
فعزلها للصدقة ثم استقبلهما
بها فلما رأوها قالوا ما يجب

اب سوائے جمعہ کے اور سب نمازیں
باجماعت اس سے چھوٹ گئیں۔ پھر ان
جانوروں میں کیڑوں مکوڑوں کی طرح مزید
اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ جمعہ کا آنا بھی اس
نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے سواروں
سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان
ہوا؟ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے
عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس نے بکری کا کاروبار
کیا پس مدینہ منورہ کی زمین اس پر تنگ ہو
گئی اور پھر اس کا پورا حال بیان کر دیا تو
آپؐ نے فرمایا: ثعلبہ پر افسوس ہے ثعلبہ
پر افسوس ہے۔ ادھر اللہ عزوجل نے یہ آیت
نازل فرمائی (ان کے مالوں میں سے صدقہ
لیجئے) اور صدقہ کے احکام و فرائض بھی بیان
ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو
شخصوں کو مسلمانوں سے صدقہ کی وصولیابی
کے لیے روانہ کیا۔ ان میں سے ایک
شخص قبیلہ جُہینہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ
سُلیم کا۔ آپؐ نے ان دونوں کو مسلمانوں
سے صدقہ وصول کرنے کی کیفیت لکھوا
کر دی اور حکم دیا کہ ثعلبہ اور بنی سلیم کے
فلاں شخص کے پاس جانا اور ان سے صدقہ
لے آنا۔ وہ دونوں روانہ ہوئے اور ثعلبہ
کے پاس پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہ۲ سورۃ التوبہ ۔ ۱۰۳

عليك هذا وما نريد أن نأخذ هذا منك . فقال بلى فخذوها فإن نفسي بذلك طيبة وإنما هي له، فأخذاها منه ومرا على الناس فأخذا الصدقات ثم رجعا إلى ثعلبة فقال: أروني كتابكما فقرأه فقال ما هذه إلا جزية ما هذه إلا أخت الجزية انطلقا حتى أرى رأيي فانطلقا حتى أتيا النبي صلى الله عليه وسلم فلما رآهما قال: يا ويح ثعلبة قبل أن يكلمهما ودعا للسلمي بالبركة فأخبراه بالذي صنع ثعلبة والذي صنع السلمي . فأنزل الله عزوجل (وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ) الآية قال وعند رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل من أقارب ثعلبة فسمع ذلك فخرج حتى أتاه فقال: ويحك يا ثعلبه قد انزل الله فيك كذا وكذا

کا فرمان اس کو پڑھ کر سنایا اور صدقہ طلب کیا تو اس نے کہا یہ تو جزیہ ہو گیا۔ واہ یہ تو جزیے کی بہن ہے، میں اس کو نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ اچھا تم اب تو جاؤ اور فارغ ہو کر جب لوٹو تو میرے پاس آنا۔ پس وہ دونوں چلے گئے۔ دوسرا شخص جو سُلمی تھا اس نے ان دونوں قاصدوں کے متعلق سنا تو اپنے مویشی اونٹوں میں سے بہترین جانور خود صدقہ کے لیے نکالے اور ان جانوروں کے ساتھ ان قاصدوں کا استقبال کیا۔ جب ان قاصدوں نے ان جانوروں کو دیکھا تو کہا ان عمدہ جانوروں کا دینا نہ تجھ پر واجب ہے اور نہ ہم تجھ سے ان کو لینا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا: ان کو قبول کرلیں کیوں کہ میں اپنی خوشی سے یہی جانور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بالآخر ان قاصدوں نے وہ جانور قبول کر لیے اور دوسرے لوگوں کے پاس گئے اور ان سے صدقات لے کر جب ثعلبہ کے پاس لوٹے تو اس نے کہا تم مجھے اپنا وہ خط تو دکھاؤ پس اسے پڑھ کر اس نے کہا یہ تو سراسر جزیہ ہے، یہ تو جزیہ کی بہن ہے، اچھا تم جاؤ تاکہ میں اچھی طرح سوچ سمجھ لوں۔ وہ دونوں چلے گئے حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

فخرج ثعلبة حتى أتى النبي
صلى الله عليه وسلم فسأله
أن يقبل منه صدقته
فقال: إن الله منعني أن
أقبل منك صدقتك، فجعل
يحثو على رأسه التراب
فقال له رسول الله صلى
الله عليه وسلم هذا عملك
قد أمرتك فلم تطعني، فلما
أبى رسول الله صلى الله عليه
وسلم أن يقبض صدقته
رجع إلى منزله فقبض
رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم ولم يقبل منه
شيئًا، ثم أتى أبا بكر رضي
الله عنه حين استخلف
فقال قد علمت منزلتي من
رسول الله وموضعي من
الأنصار فاقبل صدقتي
فقال أبو بكر لم يقبلها
منك رسول الله صلى الله
عليه وسلم وأبى أن يقبلها
فقبض أبو بكر ولم يقبلها،
فلما ولي عمر رضي الله عنه
أتاه فقال: يا أمير المؤمنين

میں پہنچے۔ جب آپؐ نے ان دونوں
کو دیکھا تو ان کے کچھ کہنے سے قبل فرمایا:
ثعلبہ پر افسوس ہے، اور سُلمی کے لیے برکت
کی دعا فرمائی۔ اب انہوں نے ثعلبہ اور
سُلمی دونوں کا واقعہ بیان کیا۔ پس اللہ
تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ان میں وہ
بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا
کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال عطا
کرے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے۔
اس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بھی تھا جب
اس نے یہ سنا تو فوراً سفر کر کے ثعلبہ کے
پاس پہنچا اور کہا: ثعلبہ تجھ پر افسوس ہے،
اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق یہ آیت نازل
فرمائی ہے۔ یہ سن کر ثعلبہ روانہ ہوا حتی
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں
پہنچا اور عرض کیا کہ اس سے اس کا
صدقہ قبول کیا جائے تو آپؐ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے تمہارا صدقہ قبول
کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ پس وہ
اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو تیرا عمل
ہے، میں نے تو تجھے حکم دیا تھا مگر تو
نے اطاعت نہ کی۔ جب ناامید ہوگیا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا صدقہ

اقبل صدقتی فقال لم یقبلها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا أبو بکر وأنا أقبلها منك ؟ نقبض ولم یقبلها، فلما ولی عثمان رضی اللّٰہ عنہ أتاہ فقال : اقبل صدقتی فقال لم یقبلها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا أبو بکر ولا عمر وأنا أقبلها منك ؟ فلم یقبلها منہ فهلك ثعلبة فی خلافة عثمان ؛"	قبول فرمائیں گے تو اپنی منزل کو ناکام واپس لوٹ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپؐ نے اس سے کوئی چیز قبول نہ فرمائی پھر جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : میری جو عزت رسول اللہؐ کے نزدیک تھی اور جو میرا مقام انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں، آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا: تجھ سے تیرا صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا تو میں کیسے کرسکتا ہوں ؟

غرض آپ نے بھی اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور تاحیات قبول نہ کیا۔ پھر جب حضرت عمرؓ مسلمانوں کے ولی بنے تو وہ ان کے پاس بھی آیا اور عرض کیا : اے امیر المؤمنین میرا صدقہ قبول فرمائیے تو آپ نے جواب دیا : جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ ولی بنے تو ثعلبہ ان کے پاس بھی آیا اور درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول فرمائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا : جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ نے تو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں ؟ چنانچہ قبول نہیں فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ثعلبہ ہلاک ہوگیا۔"

اس روایت کی تخریج واحدیؒ نے " اسباب النزول[۳] " میں بطریق معان بن رفاعہ السلامی عن علی بن یزید عن ابی عبدالرحمٰن القاسم بن عبدالرحمٰن مولی عبداللہ بن یزید ابن معاویہ عن ابی أمامہ الباہلی کی ہے، اور علی ھذا الوجہ بیہقیؒ نے " الدلائل النبوۃ[۴] " اور " شعب الایمان " میں، طبرانیؒ نے " معجم الکبیر[۵] " میں، ابن جریرؒ نے " جامع البیان فی تفسیر القرآن[۶] " میں، عسکریؒ نے

---

۳ اسباب النزول للواحدی صد ۱۹۱-۱۹۲ ۴ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ صد ۲۵۹ ۵ معجم الکبیر للطبرانی ج ۸ صد ۲۶۰ ۶ جامع البیان فی تفسیر القرآن لابن جریر ج ۱۴ صد ۲۷۱-۲۷۲۔

"الامثال" میں نیز باوردیؒ، ابن السکنؒ، ابن المنذرؒ، ابن شاہینؒ، ابوالشیخؒ، ابن مندہؒ، ابونعیمؒ، ابن عساکرؒ، ابن مردویہؒ اور ابن ابی حاتمؒ وغیرہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

بیہقیؒ نے "الدلائل النبوۃ[7]" میں، ابن جریر الطبریؒ نے "جامع البیان فی تفسیر القرآن[8]" میں نیز ابن ابی حاتمؒ اور ابن مردویہؒ نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس واقعہ کو بطریق محمد بن سعد ثنی ابی (سعد بن محمد بن الحسن بن عطیہ العوفی) ثنی عمی (الحسین بن الحسن بن عطیہ) ثنی ابی (حسن بن عطیہ ابوعبداللہ بن سعد بن جنادہ العوفی) عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما بھی تخریج فرمایا ہے۔

علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر "معانی القرآن[9]" میں، واقدی نے "کتاب المغازی[10]" میں، حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے "لباب النقول فی اسباب النزول[11]" میں، علامہ آلوسیؒ نے "تفسیر روح المعانی[12]" میں، علامہ شوکانیؒ نے "فتح القدیر[13]" میں، علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر "جامع لاحکام القرآن[14]" میں، حسین بن مسعود بغدادیؒ نے "معالم التنزیل[15]" میں، ابن الجوزی حنبلی بغدادیؒ نے "زاد المسیر فی علم التفسیر[16]" میں، خازنؒ نے "لباب التاویل فی معانی التنزیل[17]" میں اور مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے "تفسیر مظہری[18]" وغیرہ میں اس واقعہ کو زیادہ سے زیادہ انہی دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بعض دوسری تفاسیر وکتب مثلاً "المحرر الوجیز فی تفسیر کتاب العزیز[19]" لابن عطیہ الاندلسیؒ، "ارشاد العقل الی مزایا القرآن الکریم[20]" لابی سعودؒ، "مدارک التنزیل وحقائق التاویل[21]" للنسفیؒ، "تفسیر الکبیر[22]" للرازیؒ، "تفسیر الجواہر الحسان[23]" الثعالبیؒ، "تفسیر الکشاف[24]" للزمخشریؒ، "تفسیر جلالین[25]" للسیوطیؒ، "تیسیر العلی القدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر[26]" للشیخ محمد نسیب الرفاعی، "الاستیعاب[27]" للقرطبی المالکیؒ، "مراح اللبید[28]"، "تفسیر" عبدالماجد دریابادی[29]، "تفسیر

---

[7] دلائل النبوۃ للبیہقی ج۵ ص۲۵۹ [8] جامع البیان لابن جریر ج۱۴ ص۱۷۲ [9] معانی القرآن لابن کثیر ج۲ ص۳۲۳-۳۲۴

[10] المغازی للواقدی ج۱ ص۵۹۱ [11] لباب النقول للسیوطی علی المصحف الشریف ص۴۵۹-۴۶۱ [12] روح المعانی للآلوسی ج۱۰ ص۱۴۳

[13] فتح القدیر للشوکانی ج۲ ص۳۸۶ [14] جامع لاحکام القرآن للقرطبی ج۸ ص۲۰۹ [15] معالم التنزیل لابن مسعود لبغدادی ج۳ ص۱۲۴

[16] زاد المسیر لابن الجوزی ج۳ ص۴۷۲-۴۷۳ [17] لباب التاویل للخازن ج۳ ص۱۲۵ [18] تفسیر مظہری از ثناء اللہ پانی پتی ج۴ ص۲۷

[19] المحرر الوجیز لابن عطیہ ج۱ ص۲۴۸ [20] ارشاد العقل لابی سعود ج۴ ص۵۹ [21] مدارک التنزیل للنسفی ج۲ ص۲۳۹۔

[22] تفسیر الکبیر للرازی ج۱۶ ص۱۳۸ [23] الجواہر الحسان للثعالبی ج۱ ص۱۴۴ [24] تفسیر الکشاف للزمخشری ج۲ ص۲۹۲۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شبیر احمد عثمانی[۳۰]، "تفسیر" نعیم الدین مراد آبادی[۳۱]، "تفسیر حقانی[۳۲]"، "مختصر تفسیر بیان القرآن[۳۳]" از اشرف علی تھانوی، "معارف القرآن[۳۴]" للمفتی محمد شفیع اور "معارف القرآن" للمولوی محمد ادریس کاندھلوی[۳۵] وغیرہ میں اس واقعہ کو بلا سند نقل کیا گیا ہے حالانکہ یہ روایت حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ بن عمرو ابن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف پر ایک صریح ظلم اور بہتان عظیم ہے۔

حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی ہیں۔ آپؓ نے دو عظیم اسلامی غزوات (یعنی غزوۂ بدر اور غزوۂ احد) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت فرمائی اور دادِ شجاعت دی تھی۔ آپؓ کے تفصیلی تعارف کے لیے "الاصابۃ فی تمیز الصحابہ[۳۶]" لابن حجر عسقلانیؒ، "اسد الغابہ[۳۷]" لابن اثیر عز الدینؒ، "جمہرۃ الانساب العرب[۳۸]" لابن حزمؒ، "الاستیعاب[۳۹]" للقرطبی المالکیؒ، "مغازی[۴۰]" للواقدی، "ثقات[۴۱]" لابن حبانؒ اور "معجم الکبیر[۴۲]" للطبرانیؒ وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

حضرت ثعلبہؓ کا بدری صحابی ہونا ہی ان تمام الزام تراشیوں کے بطلان کے لیے کافی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں اہلِ بدر کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت منجانب اللہ عزوجل یوں بیان فرمائی ہے:

"اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم[۴۳]" "تم جو چاہو سو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔"

ایک اور حدیث میں مروی ہے "لا یدخل النار احد شھد بدراً او الحدیبیۃ[۴۴]"

(تسلسل) ۲۵ے تفسیر جلالین للسیوطی علی ھوامش المصحف ص۲۵۳ ۲۶ے تیسیر العلی القدیر للرفاعی ج ۲ ص ۳۵۷ ۲۷ے استیعاب للقرطبی علی ھوامش الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۳-۲۰۴ ۲۸ے مراح اللبید ج ۱ ص ۳۴۸ ۲۹ے تفسیر عبد الماجد دریابادی ص ۴۱۵

۳۰ے تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۲۶۳ ۳۱ے تفسیر نعیم الدین مراد آبادی ص ۲۸۹ ۳۲ے تفسیر حقانی ج ۲ ص ۲۹۳۔

۳۳ے مختصر بیان القرآن از اشرف علی تھانوی برحاشیہ قرآن کریم ص ۱۷۹ ۳۴ے معارف القرآن للمفتی محمد شفیع ج ۴ ص ۴۲۶

۳۵ے معارف القرآن للکاندھلوی ج ۳ ص ۳۸۳ ۳۶ے الاصابۃ فی تمیز الصحابہ لابن حجر ج ۱ ص ۱۹۹-۲۰۰۔

۳۷ے اسد الغابہ لابن اثیر ج ۱ ص ۲۸۳-۲۸۵ ۳۸ے جمہرۃ الانساب العرب لابن حزم ص ۳۲۴۔

۳۹ے الاستیعاب للقرطبی المالکی علی ھوامش الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۳-۲۰۴ ۴۰ے مغازی للواقدی ج ۱ ص ۱۵۹۔

۴۱ے ثقات لابن حبان ج ۳ ص ۳۶ ۴۲ے معجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۸۲ ۴۳ے سنن ابوداؤد مع عون المعبود ج ۴ ص ۳۴۵ ومسند احمد ج ۱ ص ۱۰۵، ج ۲ ص ۲۹۵ ۴۴ے مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶۔

جبکہ زیرِ مطالعہ تفسیری روایت ان صحیح احادیث نیز مجمع علیہ قاعدہ کے خلاف ایک بدری صحابی کو عہد شکن، بخیل، ابدی منافق اور مانعِ زکوٰۃ بتا کر جہنمی بتانے پر مصر ہے۔ عین ممکن ہے کہ کسی سبائی نے اس عظیم المرتبت صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں کے دلوں سے قدر و منزلت گرانے اور در پردہ تبرا بھیجنے کی غرض سے اس منکر روایت کو شائع و عام کر دیا ہو۔ پس ظاہر ہوا کہ سورۃ التوبۃ کی آیات ۷۵ تا ۷۷ بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ کے بارے میں نہیں بلکہ بعض دوسرے منافقین اور مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، ورنہ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں اور آیاتِ زیرِ بحث کے مابین تطبیق کیوں کر ممکن ہو گی۔ یہاں اصل دشواری یہ آتی ہے کہ ان حدیثوں سے آیاتِ محولہ کا بطلان لازم آتا ہے (فنعوذ باللہ من ذلک) اور چونکہ یہ حدیثیں بھی باعتبارِ صحت قوی اور لائقِ احتجاج ہیں لہٰذا نہ آیات کا انکار ممکن ہے اور نہ ہی ان احادیث کا۔ پس اس دشواری کے حل کے لیے دو ممکنہ صورتیں یہ ہو سکتی ہیں :

۱۔ پہلی صورت تو یہ کہ ان آیات کے نزول کا سبب بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ کے بجائے بعض دوسرے منافقین اور مانعینِ زکوٰۃ کو سمجھا جائے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جو چیز ہمارے اس امکان کو تقویت دیتی ہے وہ بعض قدمائے مفسرین کے وہ اقوال ہیں جو اس بارے میں وارد ہیں مگر کسی سبائی سازش کی بنا پر شہرت نہ پا سکے مثلاً حضرات حسن بصری اور مجاہد رحمہما اللہ نے ثعلبہ کے ساتھ مُعتّب بن قشیر کو، ابن السائبؒ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو اور ضحاکؒ نے نبتل بن الحارث، جدّ بن قیس، مُعتّب ابن قشیر کو بھی ان منافقین میں شمار کیا ہے[۴۵] جن کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ ابو الشیخؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے ایک روایت کی تخریج یوں بھی کی ہے : "انصار میں سے ایک شخص تھا جس نے ایسا عہد کیا تھا، پھر جب اس کا چچا زاد بھائی فوت ہوا اور اس کی جانب سے اس انصاری کو مال و دولت ورثہ میں ملی تو اس نے بخل کیا اور اس عہد کا پاس نہ کیا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے ورثہ پانے سے قبل کیا تھا (پس یہ آیات نازل ہوئیں)[۴۶] "

حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ کے پورے قصہ، کہ جس میں اس کے بکریوں کے ریوڑ میں بے شمار اضافہ ہونے وغیرہ کی تفصیلات مروی ہیں، کی تکذیب کرتا ہے اور اس رجل مبہم کی تعیین کے لیے قطعی غیر مفید ہے۔ غالباً امام ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے قول کی روشنی

---

[۴۵] کما فی زاد المسیر لابن الجوزی ج ۳ ص ۴۷۔۴۷۴ و تفسیر قرطبی ج ۸ جزء ۸ ص ۲۱۰ [۴۶] فتح القدیر للشوکانی ج ۲ ص ۳۸۶

میں حسن بصریؒ کے قول : " رجلٌ من الانصار " سے مراد ثعلبہ بن حاطبؓ کو لیا ہے[۴۷] جو کہ آں رحمہ اللہ کا سہو ہے ۔ افسوس کہ شیخ محمد نسیب الرفاعی نے "تیسیر العلی القدیر[۴۸] " میں اس کی تصحیح کا اہتمام نہیں فرمایا ہے ۔

امام ابن الجوزی حنبلی بغدادیؒ نے ان آیات کے اسبابِ نزول میں ایک اور قول اس طرح نقل فرمایا ہے : " قبیلہ بنی عمرو بن عوف کا ایک شخص کہ جس کا مال ملک شام میں پھنسا ہوا تھا اور اس کی وصولیابی میں بہت وقت و تاخیر ہو رہی تھی، حالانکہ وہ شخص اس مال کی بازیابی کے لیے شدید جدوجہد کر چکا تھا۔ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے اسے اس مال میں سے جو کچھ بھی نوازا ، اس میں سے وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مال سے نواز دیا تو اس نے عہد شکنی کی، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی "[۴۹]

بظاہر یہ تفسیری قول بھی حضرت ثعلبہؓ کے شہرت یافتہ واقعہ اور اس کی جملہ تفصیلات کی تکذیب کرتا نظر آتا ہے ۔ پھر ہمیں کوئی ایسی خاص وجہ نظر نہیں آتی کہ قدمائے مفسرین کے ان مختلف اقوال کی موجودگی میں فقط حضرت ابن عباسؓ ، قتادہؒ اور سعید بن جبیرؒ کے اقوال پر ہی اعتماد کرتے ہوئے اس آیت کے نزول کا سبب بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ کو ٹھہرایا جائے ۔

۲ ۔ دوسری ممکنہ صورت یہ ہے کہ یہ آیات ثعلبہ نامی شخص کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہوں، لیکن وہ ثعلبہ بدری صحابی نہیں بلکہ ان کا ہم نام کوئی دوسرا شخص ہو ۔ اس امکان کی پہلی وجہ یہ ہے کہ سورۃ التوبہ کی آیاتِ زیرِ مطالعہ میں جس مانعِ زکوٰۃ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے بعض روایات میں اس کا نام ثعلبہ بن حاطب اور بعض میں ثعلبہ بن ابی حاطب مذکور ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام نہیں ہو سکتے چنانچہ یہ ممکن ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہوں وہ بدری صحابی ثعلبہ بن حاطبؓ کے بجائے ثعلبہ بن ابی حاطب یا ثعلبہ بن حاطب نامی ہی کوئی دوسرا غیر بدری شخص ہو ۔ ہمارے اس شک کو وہ صحیح احادیث تقویت دیتی ہیں جن میں اصحابِ بدر کے مغفور اور جہنم سے بری ہونے کی صریح بشارتیں اور شہادتیں موجود ہیں ۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی " الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ " میں مانعِ زکوٰۃ ثعلبہ کو بدری ثعلبہ سے مختلف شخص قرار دیا ہے ۔ چنانچہ رقمطراز ہیں :

---

[۴۷] معانی القرآن لابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۳ [۴۸] تیسیر العلی القدیر للرفاعی ج ۲ ص ۳۵۷

[۴۹] زاد المیسر لابن الجوزی ج ۳ ص ۴۷۲ - ۴۷۴

"ثعلبہ بن حاطب یا ابن ابی حاطب الانصاری کا ذکر اسحاق نے ان لوگوں میں کیا ہے جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی، (پھر زیر تحقیق پورا قصہ مختصراً لکھنے کے بعد فرماتے ہیں) وہ بدری صحابی ہے ـــــ یہ قول محل نظر ہے۔ ان دونوں ثعلبہ کے درمیان مغائرت ابن الکلبی کے اس قول سے بھی مؤکد ہوتی ہے کہ اس بدری صحابی نے غزوۂ احد میں شہادت پائی تھی۔ اس مغائرت کو تقویت ابن مردویہؒ کی اس روایت سے بھی ملتی ہے جسے آں رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بطریق عطیہ عن ابن عباسؓ آیت مذکور (لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ الخ) کے تحت پورے قصہ کی تفصیلات کے ساتھ وارد کیا ہے۔ ابن مردویہؒ کی روایت میں اس شخص کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب بتایا گیا ہے جبکہ محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بدری صحابی کا نام ثعلبہ بن حاطب تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمانا ثابت ہے کہ: لا یدخل النار أحد شهد بدرًا والحدیبیة' اور آں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اہل بدر کے متعلق بیان فرمایا ہے: "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم[۵۰]۔ جب یہ چیزیں ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ ثعلبہ بن حاطبؓ کے دل میں نفاق ڈال کر کس طرح زیر عقاب کر سکتا ہے اور اس کے بارے میں وہ آیت نازل فرما سکتا ہے جو کہ نازل ہوئی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ وہ مانع زکوٰۃ کوئی دوسرا شخص ہے، واللہ أعلم۔"[۵۱]

مانع زکوٰۃ ثعلبہ اور بدری ثعلبہ میں مغائرت کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بدری صحابی نے غزوۂ احد میں جام شہادت نوش فرمایا تھا جیسا کہ ابن الکلبی اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مذکورہ بالا اقتباس سے مستفاد ہوتا ہے جب کہ مانع زکوٰۃ ثعلبہ کی وفات کے متعلق بعض لوگوں کا

---

۵۰ علامہ منذریؒ کا قول ہے کہ یہ وہ فصل ہے جس کی تخریج بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی طویل حدیث سے کی ہے مگر اس حدیث سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ اصحاب بدر کو ہر جائز و ناجائز فعل کی رخصت دے دی گئی ہے بلکہ یہ کمال رضا، صلاح الحال اور خیر کی توفیق کا کنایہ ہے یہی وجہ ہے کہ قاضی عیاضؒ نے اصحاب بدر پر حد لگانے کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان میں سے بعض بدریوں پر حد قائم بھی کی تھی۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسطح بن اثاثہ بن عباد پر حد لگائی تھی حالانکہ وہ ایک بدری صحابی تھے (ملاحظہ ہو الاصابہ لابن حجر ج۳ ص۲۲۴، ۴۸۸) امام نوویؒ نے اس حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ "آخرت میں ان کے لیے غفران ہے"۔ واللہ أعلم۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قول ہے کہ اس نے عہدِ فاروقی میں اور بعض کے نزدیک عہدِ عثمانی میں وفات پائی تھی۔[۵۲]

اگر قرآن کریم کی زیرِ مطالعہ آیات پر تھوڑا سا تدبر کیا جائے تو ہمیں نظر آئے گا کہ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جگہ جگہ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد شکنی، وعدہ خلافی، زکوٰۃ کی ادائیگی میں بخالت اور منافقت کا مرتکب کوئی فردِ واحد نہیں بلکہ متعدد اشخاص تھے تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں فقط مظلوم بدری صحابیٔ رسولؐ حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ کو ہی مطعون کیا جا رہا ہے؟

اگر فرضِ محال سورۃ التوبہ کی آیات ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہوں اور وہ ثعلبہ بدری صحابی ہی ہوں تو ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے فعل پر نادم اور تائب ہوئے تو آخر ان کی توبہ قبول کیوں نہیں کی گئی؟ حالانکہ ایک معروف شرعی قاعدہ ہے کہ جو گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کر لے اور ایمان و اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے۔ آخر ثعلبہ بن حاطب کے معاملہ میں اس شرعی قاعدہ کے خلاف کیوں کیا گیا؟ اس سوال کا جواب مولانا اشرف علی تھانوی اور ان سے نقل کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے یوں دینے کی کوشش کی ہے:

> "وجہ صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اب بھی اخلاص کے ساتھ توبہ نہیں کر رہا، اس کے دل میں نفاق موجود ہے، محض وقتی مصلحت سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر راضی کرنا چاہتا ہے، اس لیے قبول نہیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق قرار دے دیا تو بعد کے خلفاء کو اس کا صدقہ قبول کرنے کا حق نہیں رہا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ کسی شخص کے دل کا نفاق قطعی طور پر کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا اس لیے آئندہ کا حکم یہی ہے کہ جو شخص توبہ کرے اور اسلام و ایمان کا اعتراف کرے اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے خواہ اس کے دل میں کچھ بھی ہو۔"[۵۳]

اس بارے میں پہلی بات تو یہ جان لینی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے بذریعہ وحی ثعلبہ کے عدمِ اخلاص اور نفاق پر مطلع ہونا یا اس سے صدقہ قبول نہ کرنے کی ہدایت

(تسلسل) [۵۱] اصابۃ فی تمیز الصحابہ لابن حجر ج ۱ ص ۱۹۹-۲۰۰ [۵۲] کما فی کتب التفسیر والاستیعاب للقرطبی علی ھوامش الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۲ [۵۳] تفسیر بیان القرآن للتھانوی بحوالہ معارف القرآن للمفتی محمد شفیع ج ۴ ص ۴۲۸-۴۲۹

پانا کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعی اپنے مذموم فعل پر نادم و شرمسار نہ ہوتا تو اپنے سر میں خاک ڈالتا ہوا، کفِ افسوس ملتا ہوا دربارِ نبوّت میں حاضر ہو کر تائب نہ ہوتا۔ پھر ایک بار دھتکار دیئے جاتے کے بعد بھی بار بار آں صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفائے ثلاثہ کے پاس جا جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک اپنی عزّت اور انصار میں اپنے مقام و مرتبہ کا واسطہ دے کر مسلسل منّت و سماجت نہ کرتا پھرتا۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ واقعہ مذکورہ کے مطابق جب آں صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے ثلاثہ نے اس کو ناکام و نامراد واپس کر دیا تو نہ اس پر کوئی آسمانی آفت نازل ہوئی اور نہ ہی اس کو کسی قسم کی مالی یا معاشرتی دشواری پیش آئی تو آخر وہ کون سی "دقتی مصلحت" تھی کہ "مسلمانوں کو دھوکہ دے کر راضی کرنا چاہتا" تھا؟ اور پھر ان تمام باتوں کا علم حاصل کرنے کے مولانا تھانوی و مفتی شفیع صاحبان کو کون سے وسائل میسر تھے کہ اس قدر اعتماد و یقین کے ساتھ یہ بلادلیل دعویٰ کر بیٹھے؟ پس معلوم ہوا کہ کوئی بات بھی بنائے نہ بن سکی۔

اب اس واقعہ کی اسنادی کیفیت بھی ملاحظہ فرمائیں:

معان بن رفاعہ کے طرق میں تین مجروح رواۃ موجود ہیں: علی بن یزید بن ابی زیاد الالھانی الدمشقی (ابوعبدالملک)، معان بن رفاعہ السلامی الدمشقی اور قاسم بن عبدالرحمٰن ابوعبدالرحمٰن الدمشقی۔

علی بن یزید بن ابی زیاد الألھانی کے متعلق امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "یہ قاسم سے روایت کرتا ہے اور ثقہ نہیں ہے"۔ دارقطنیؒ اور ازدیؒ کا قول ہے: "متروک ہے"۔ ابوزرعہؒ کا قول ہے: "قوی نہیں ہے"۔ ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: "ضعیف الحدیث ہے، اس کی حدیث منکر ہوتی ہیں"۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے علی بن المدینیؒ سے علی بن یزید کے متعلق سوال کیا تو آں رحمہ اللہ نے اسے ضعیف فرمایا"۔ ابن حبانؒ کا قول ہے: "منکر الحدیث جدًّا فلا أدری التخلیط فی روایته ممّن هؤلاء"۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے"۔ علامہ برہان الدین حلبیؒ کا قول ہے: "علی بن یزید پر بہت کچھ کلام کیا گیا"۔ علامہ ھیثمیؒ مختلف مقامات پر فرماتے ہیں: "ابوحاتمؒ اور ابن عدیؒ نے اس کی تضعیف کی ہے جبکہ ابن حبانؒ اور امام احمدؒ نے اس کی توثیق کی ہے"۔ "ضعیف اور متروک ہے لیکن اس کی توثیق کی گئی ہے"۔ "بہت زیادہ ضعیف ہے لیکن اس کی توثیق کی گئی ہے"۔ "متروک ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ صالح ہے"۔ "اس کے ضعف پر اجماع ہے"۔ تفصیلی ترجمہ کے لیے حاشیہ ۵۲ کے تحت درج شدہ کتب ملاحظہ فرمائیں۔

---

۵۲ (اگلا صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

اس سند کے دوسرے راوی معان بن رفاعہ السلامی الدمشقی کے متعلق محمد بن عثمان بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں: "علی بن مدینیؒ نے فرمایا: کان شیخاً ضعیفاً" ابو حاتم کا قول ہے: "اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ احتجاج نہیں کیا جاتا" امام احمدؒ کا قول ہے کہ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے" امام صاحبانؒ فرماتے ہیں: "منکر الحدیث ہے۔ بکثرت مراسیل بیان کرتا ہے۔ نیز اقوام مجاہیل سے بھی روایت کرتا ہے۔ اس کی احادیث اثبات کی حدیثوں سے مشابہت نہیں رکھتیں۔ اس کے ساتھ احتجاج مستحق ترک ہے" امام عقیلیؒ بیان کرتے ہیں "یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے کہ ضعیف ہے" علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "متقن نہیں ہے" ابن المدینیؒ نے اس کی توثیق کی ہے، یحییٰ نے اس میں لچک بیان کی ہے، جوزجانیؒ کا قول ہے کہ حجت نہیں ہے" علامہ ابن حجر عسقلانیؒ "تقریب" میں فرماتے ہیں: "لین الحدیث اور کثیر الارسال ہے"۔ آں رحمہ اللہ تعالیٰ ہی "تہذیب" میں ابن المدینیؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "انہوں نے فرمایا ثقہ ہے اس سے لوگوں نے روایت کی ہے" واقعہ یہ ہے کہ امام ابن المدینیؒ سے معان بن الرفاعہ کے متعلق دو مختلف اقوال منقول ہیں، ایک توثیق میں اور دوسرا تضعیف میں۔ امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: "امام رازیؒ، سعدیؒ اور ازدیؒ نے اسے حجت تسلیم نہیں کیا ہے"۔ ملا طاہر پٹنی گجراتی فرماتے ہیں: "متروک ہے" معان بن رفاعہ کے تفصیلی ترجمہ کے لیے حاشیہ نمبر ۵۵ میں مذکورہ کتب کی طرف رجوع

(گذشتہ صفحہ سے) ۵۴؎ ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۲۵۴ - ۲۵۵، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۳ ص ۲۰۸، مجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۱۱، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۵ ترجمہ ۱۸۲۵، سؤالات محمد بن عثمان ص ۱۵۵، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۳۰، تاریخ الصغیر البخاری ج ۱ ص ۱۳۱، ضعفاء الصغیر للبخاری ترجمہ ۲۵۵، ضعفاء والمتروکون للدارقطنی ترجمہ ۴۰۷، ضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۳۲۴، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۱۶۱، مغنی فی الضعفاء للذہبی ج ۲ ص ۵۷، کنی للدولابی ج ۲ ص ۱۷، ضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج ۲ ص ۲۰، تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ج ۷ ص ۱۹۷، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۶۴، مجموع الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۱۷، ۳۴۸، ۴۶۴، کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث الحلبی ص ۳۰، قانون الموضوعات والضعفاء للفتنی ص ۲۸۰، تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانی ج ۱ ص ۸۹، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۲ ص ۲۵۹، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ ص ۲۰۸، ۲۷۸، ج ۴ ص ۲۶، ۳۱۴، ۳۲۶، ج ۷ ص ۳۲، ج ۹ ص ۵۹ (باقی اگلے صفحہ پر)

فرمائیں۔

اس سند کا تیسرا مجروح راوی قاسم بن عبدالرحمٰن ابو عبدالرحمٰن الدمشقی ہے جس کے متعلق امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے: منكر الحديث ما أرى البلاء إلا من قبل القاسم"۔ امام احمد بن حنبلؒ کا ایک اور قول اس طرح مروی ہے: "روى عنه علي بن يزيد أعاجيب وما أراها إلا من قبل القاسم"۔ یعنی علی بن یزید نے اس سے عجیب و غریب روایات نقل کی ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ سب داستانیں قاسم نے تیار کی ہیں۔ امام ابن حبانؒ مزید فرماتے ہیں: "قاسم یہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ اس نے چالیس بدری صحابیوں سے ملاقات کی ہے حالانکہ وہ ان رواۃ میں سے ہے جو عام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معضلات روایت نیز ثقات کی طرف مقلوبات بیان کرتے ہیں"۔ امام ابن حبانؒ کا ایک اور قول ہے کہ: "حدیث میں بہت ضعیف ہے"۔ علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں: "ابن معینؒ نے اس کے کئی طرق میں اس کی توثیق کی ہے، جوزجانیؒ کا قول ہے کہ خیار فاضل تھا"۔ امام ترمذیؒ نے بھی اسے "ثقہ" قرار دیا ہے۔ یعقوب بن شیبہؒ کا قول ہے کہ "یہ ان رواۃ میں سے ہے جس کی تضعیف کی گئی ہے"۔ علامہ برہان الدین حلبیؒ فرماتے ہیں: "متکلم فیہ ہے"، امام ابن الجوزیؒ نے کتاب الموضوعات کے ایک مقام پر لکھا ہے کہ اس حدیث کی آفت یہی قاسم ہے۔ عجلیؒ فرماتے ہیں: "ثقہ تابعی ہے، اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن قوی نہیں ہے"۔ عقیلیؒ بیان کرتے ہیں: "شعبہؒ کا قول ہے: المعقوه به"۔ علامہ ہیثمیؒ مختلف مقامات پر فرماتے ہیں: "ضعیف ہے"، "متروک ہے"، "امام بخاریؒ نے اس کی توثیق کی ہے مگر امام احمدؒ نے ضعیف بتایا ہے"، "امام احمدؒ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے"۔ قاسم بن عبدالرحمٰن کے تفصیلی ترجمہ کے

(مسلسل) الخلاصہ ج ۲ ص ۲۵۹، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج ۲ ص ۲۳۸، ۳۳۵، ۳۷۸، ج ۳ ص ۵۴، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۲ ص ۸، ۹۳، ۵۶۴

۵۵ تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۲۵۸، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۲۵۶، سؤالات محمد بن عثمان ص ۱۵۸، میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۳۴۳، قانون الموضوعات والضعفاء للفتنی ص ۲۹۷، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۷، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴ ص ۲۴۷، مجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۳۶، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۸ ص ۲۰۱، ضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۲، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج ۴ ص ۱۱۱

لیے حاشیہ ۵۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔

اس روایت کا دوسرا طریق تو پورا کا پورا مظلم نظر آتا ہے۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی الجدلی الکوفی ابو الحسن بھیران سے روایت کرنے والا ان کا بیٹا حسن بن عطیہ ابو عبداللہ بھیران سے روایت کرنے والا ان کا فرزند حسین بن الحسن اور بھیران سے روایت کرنے والا ان کا بھتیجہ سعد بن محمد بن الحسن اور بھیران کا فرزند محمد بن سعد بن محمد بن الحسن سب کے سب مجروح رواۃ ہیں۔ ذیل میں ان سب کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی کو امام نسائیؒ نے "ضعیف"، ابن معینؒ نے "صالح" امام احمدؒ نے "ضعیف الحدیث"، دارقطنیؒ نے "ضعیف"، ابن القطانؒ نے "مضعف" اور بیہقیؒ نے "ضعیف، سئ الحال نیز غیر محتج بہ" قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عبدالھادیؒ فرماتے ہیں "عطیہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے زیادہ ضعیف ہے۔ امام احمدؒ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔" ابن عدیؒ کا قول ہے۔ "اس کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔" علامہ عبدالحقؒ فرماتے ہیں: "اس کے ساتھ حجت نہیں ہے۔" امام ترمذیؒ نے اس کی حدیث کی "تحسین" فرمائی ہے۔ مگر امام ترمذی کی "تحسین" قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ عجلیؒ کا قول ہے کہ "ثقہ تھا مگر قوی نہ تھا۔" ابو حاتمؒ کا قول ہے: "یکتب حدیثہ، ضعیف۔" سالم مرادیؒ بیان کرتے ہیں کہ "عطیہ تشیع کیا کرتا تھا۔" علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ "صدوق تھا مگر بکثرت خطا کرتا تھا۔ اس میں شیعیت موجود تھی اور وہ مدلس بھی تھا۔" آں رحمہ اللہ نے ایک دوسرے

---

۵۲ کنی للدولابی ج ۲ ص ۶۸، سؤالات محمد بن عثمان ص ۱۵۳، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۳۷۳، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۱۱۸، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۸ ص ۳۲۲، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۴۸۱، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۱۵۹، تاریخ الصغیر للبخاری ج ۱ ص ۲۲۰، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۳۶۴، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۳ ص ۱۱۳، کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث للحلبی ص ۳۳۸، ضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۲۱، معرفۃ الثقات للعجلی ج ۲ ص ۲۱۳، مجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۲۱۱، ۲۱۲، ۱۱۰، قانون الموضوعات والضعفاء للفتنی ص ۲۸۵، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۳۲۸، ج ۲ ص ۲۵۹، مجمع الزوائد للھیثمی ج ۱ ص ۲۳، ۵۷، ۹۳، ۱۲۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ج ۲ ص ۱۰۱، ۳۸۳، ج ۴ ص ۵۵، ۵۹۶، ۶۵۸، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۲ ص ۲۳۸، ۳۳۵۔

مقام پر عطیہ کو "ضعیف" بتایا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "واہ ہے، نسائیؒ اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف بتایا ہے"۔ امام عقیلیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول یوں نقل کیا ہے: "سفیانؒ ثوریؒ عطیہ العوفی کی حدیث کو ضعیف بتایا کرتے تھے"۔ علامہ ھیثمیؒ کی تحقیق کے مطابق "ضعیف ہے لیکن اس کی توثیق کی گئی ہے"۔ اور "ابن معینؒ نے اس کی توثیق کی ہے لیکن امام احمدؒ اور ایک جماعت نے اسکو ضعیف گردانا ہے"۔ عطیہ العوفی کے تفصیلی ترجمہ کے لیے حاشیہ ۵۷ میں مذکورہ کتب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس سند کا دوسرا مجروح راوی حسن بن عطیہ ابو عبداللہ ہے۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: "ضعیف" ہے۔ امام بخاریؒ کا قول ہے: "لیس بذاک"۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "منکر الحدیث ہے۔ مجھے علم نہیں کہ اس کی احادیث میں بلایا اس کی جانب سے ہوتی ہیں یا اس کے والد کی طرف سے یا ان دونوں کی طرف سے کیونکہ اس کا والد حدیث کے معاملے میں کچھ بھی نہیں ہے اور اس کی اکثر روایات اس کے والد سے ہی مروی ہوتی ہیں پس یہاں اس کا معاملہ مشتبہ، اور واجب ترک ہے"۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور ھیثمی رحمہما اللہ نے بھی حسن بن عطیہ کو "ضعیف" قرار دیا ہے۔ تفصیلی حالات کے لیے حاشیہ ۵۸ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

اس سند کا تیسرا راوی حسین بن الحسن العوفی ہے جس کی امام نسائی اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے تضعیف کی ہے۔ ابن معینؒ کا قول ہے: "العوفی فی حدیثه خرزمن خرزیهود وجرزمن جوزیهود"۔ اور امام ابن حبانؒ بیان کرتے ہیں کہ "منکر الحدیث ہے، اعمش وغیرہ

---

۵۷ تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۴۰۷، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۸، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۳۵۹، مجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۱۷۶، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۶ ص ۳۸۲، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۵ ترجمہ ۲۰۰۷، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۷۹، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۷ ص ۲۲۴، ضعفاء والمترکین لابن الجوزی ج ۲ ص ۱۸۰، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۲۴، ضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۴۸۱، معرفۃ الثقات للعجلی ج ۲ ص ۱۴۰، قانون الموضوعات والضعفاء للفتنی ص ۲۷۸، علل لابن حنبل ج ۱ ص ۱۹۸، فتح الباری لابن حجر ج ۹ ص ۶۶، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۲۴۷ ج ۳ ص ۲۱۰ ج ۴ ص ۶۰، نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۳۸۹، ۴۰۶ ج ۲ ص ۲۰۶ ج ۳ ص ۱۰۹، ۲۲۷ ج ۴ ص ۵۱، ۶۸، ۲۱۹، ۳۹۷، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۲۶، ج ۶ ص ۳۰ ج ۷ ص ۶۶ ج ۸ ص ۱۲۶، سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۳۹، تلخیص المستدرک للذہبی ج ۴ ص ۲۲۲، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۲ ص ۵۹ ج ۹ ص ۱۰۹،

(باقی اگلے صفحہ پر)

سے ایسی چیزیں روایت کرتا ہے جن کی کوئی متابعت نہیں ہوتی ۔ وہ روایات کو الٹ پلٹ کر دیتا تھا اور کبھی مراسیل کو مرفوع اور موقوفات کو مسند بنا دیتا تھا ۔ اس کی خبر کے ساتھ احتجاج درست نہیں ہے ۔" مزید تفصیلی حالات کے لیے حاشیہ ۵۹ ملاحظہ فرمائیں ۔

اس طریق کا چوتھا راوی سعد بن محمد بن الحسن العوفی ہے جس کے متعلق امام اثرمؒ بیان کرتے ہیں : " میں نے ایک بار امام احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ آج ایک شخص نے مجھے بتایا کہ سعد کی روایات لکھا کرو کیونکہ وہ بہت ثقہ ہے ۔ امام احمدؒ نے اسے بہت بڑی بات جانا اور فرمایا : لا إلٰه الا الله سبحان الله سعد تو جہمی ہے ، اگر وہ جہمی نہ ہوتا تو بھی اس کا اہل نہ تھا کہ اس کی روایت لکھی جائے کہ وہ اس مقام کا حامل نہ تھا ۔" مزید تفصیلات کے لیے حاشیہ ۶۰ کا مطالعہ فرمائیں ۔

اس طریق کا آخری راوی محمد بن سعد بن الحسن العوفی ہے جس کے متعلق خطیب بغدادیؒ کا قول ہے کہ " وہ حدیث میں لچک دار تھا ۔" مگر امام حاکمؒ نے امام دارقطنیؒ سے نقل کیا ہے کہ " اس میں کوئی حرج نہیں ۔" مزید تفصیلات کے لیے حاشیہ ۶۱ کی طرف مراجعت مفید ہوگی ۔

ان دونوں روایتوں کی اسنادی کیفیت آپ نے ملاحظہ فرمائی ۔ اب ان روایتوں کے متعلق چند مشاہیر علماء و شراحِ حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمائیں :

علامہ ھیثمیؒ فرماتے ہیں : " اس کو طبرانیؒ نے روایت کیا ہے ۔ اس کی سند میں علی بن یزید الألھانی موجود ہے جو کہ متروک ہے [۶۲] ۔" حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں : " اس کی سند ضعیف ہے [۶۳] ۔"

(تسلسل) ج ۱ صـ ۳۳۱ ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ صـ ۳۵ ، ۲۱۶ ، ۲۷۹ ، ج ۲ صـ ۱۵ ، ۲۹۱ ، ج ۳ صـ ۴۵ ، ۴۶ ، ۲۹۸ ، ۴۵۸ ج ۴ صـ ۲۹۹ ، ۳۵۲ ، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للألبانی ج ۱ صـ ۸۰۶ ، ج ۲ صـ ۶۷۳ ، ج ۴ صـ ۱۱۹ ، ۱۳۹ ، ۲۲۱ ، ۳۱۵ ، ۳۳۵ ۔

۵۸ ؎ میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ صـ ۵۰۳ ، ضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج ۱ صـ ۲۰۵ ، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۳ صـ ۱۴ ، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ صـ ۱۶۸ ، مجروحین لابن حبان ج ۱ صـ ۲۳۴ ، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ صـ ۳۰ ، الخلاصہ ج ۱ صـ ۲۱۵

۵۹ ؎ میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ صـ ۵۳۲ - ۵۳۳ ، ضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج ۱ صـ ۲۱۱ ۔ مجروحین لابن حبان ج ۱ صـ ۲۴۶ ، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ صـ ۲۵ ، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۲ ترجمہ ۷۷۳

۶۰ ؎ لسان المیزان لابن حجر ج ۳ صـ ۱۹ ، تاریخ بغداد للخطیب ج ۹ صـ ۱۲۶ (باقی اگلے صفحہ پر)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "وھذا اسناد ضعیف جداً (یعنی یہ نہایت ضعیف سند ہے[۶۴])" آں رحمہ اللہ ہی "الاصابہ" میں اس واقعہ کو مختصراً نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ان صح الخبر ولا أظنہ یصح (یعنی میرا گمان نہیں کہ یہ روایت صحیح ہو گی[۶۵])" علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: "بسندٍ ضعیف[۶۶]"، حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: "وقول من قال فی ثعلبہ رضی اللہ عنہ انہ مانع الزکوٰۃ الذی نزلت فیہ الآیۃ غیر صحیح (یعنی ان لوگوں کا قول صحیح نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ثعلبہؓ مانع زکوٰۃ تھا اور یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی تھی[۶۷])" امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "فما روی عنہ غیر صحیح (یعنی جو کچھ ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے صحیح نہیں ہے[۶۸])" محدثِ عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث شہرت کے باوجود منکر ہے اور اس کی آفت علی بن یزید الألھانی (متروک) اور معان (لیّن الحدیث) ہیں[۶۹]۔"

ان محدثین کے علاوہ ایک حنفی عالم شیخ عبد الفتاح ابو غدہ مصری (استاذ بجامعۃ الریاض) فرماتے ہیں: "یہ قصہ تالفہ مریضہ ہے۔ اس کی سند میں معان بن رفاعہ ہے جو لین الحدیث، کثیر الارسال ہے۔ جو کچھ وہ روایت کرتا ہے عموماً اس کی متابعت نہیں ہوتی۔[۷۰]"

آں موصوف ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "بعض مفسرین مثلاً قرطبیؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث قصہ گو اور نقال مفسرین کے نزدیک مشہور ہے۔ اس مشہور سے مراد محدثین کی اصطلاح میں مشہور ہونا نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ اس کی طرف التفات یا اس کے ساتھ استشہاد درست نہیں ہے۔[۷۱]"

(تسلسل) [۶۱] لسان المیزان لابن حجر ج ۵ ص ۱۴۳، تاریخ بغداد للخطیب ج ۵ ص ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۵۶

[۶۲] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی ج ۷ ص ۳۲ [۶۳] تخریج الاحیاء للعراقی ج ۳ ص ۱۳۵ [۶۴] کافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر ج ۲ ص ۷۷، ۱۳۳ [۶۵] اصابۃ فی تمیز الصحابہ لابن حجر ج ۱ ص ۱۹۹-۲۰۰ [۶۶] لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی علی ھوامش المصحف الشریف ص ۱۵۹-۱۶۱

[۶۷] الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۱۲۲-۱۲۳ [۶۸] تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۱۰ [۶۹] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۴ ص ۱۱۳ [۷۰] تعلیقات الحافظ علی الاجوبۃ الفاضلۃ لابو غدہ ص ۱۰۸

[۷۱] ایضاً ص ۱۳۸

افسوس کہ ان تمام تصریحات کے باوجود بھی ہمارے بعض مقتدر علماء یہ فرماتے ہیں:

" اس روایت کے معاملہ میں تشدد کرنا زیادتی ہوگی۔ علی بن یزید کو اگرچہ جمہور ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف، منکر الحدیث اور متروک کہا ہے لیکن حافظ ذہبیؒ نے نے اس بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ھو فی نفسہ صالح (میزان)۔ پھر اس کا تعلق کسی حکم شرعی کے اثبات اور حلال و حرام سے بھی نہیں ہے۔ اس میں تو صرف سببِ نزول کا بیان ہے جس سے شخصِ مبہم کی تعیین اور آیت منزل فیہ کا بیان ہو جاتا ہے بس۔ اور یہ روایت کسی قرآنی آیت، یا صحیح حدیث یا اصل شرعی یا مجمع علیہ قاعدہ یا بداہۃً عقل کے خلاف نہیں ہے، نیز اس پر آیت کا سمجھنا موقوف نہیں ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اس کو دَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عَاهَدَ اللّٰهَ الخ کے رجل مبہم کی تعیین میں ذکر نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو حافظ ابن کثیرؒ اور شوکانیؒ نے بغیر کسی سخت ریمارک کے ذکر کیا ہے۔"

یہ درست ہے کہ اس روایت "کا تعلق کسی حکم شرعی کے اثبات اور حلال و حرام" سے نہیں ہے لیکن صرف شرعی احکام اور حلال و حرام کی روایات کی جانچ پرکھ کے لیے سخت کسوٹی استعمال کرنا اور فضائلِ اعمال، ترغیب و ترہیب، مناقب، قصص اور مواعظ وغیرہ کی روایات میں تساہل اور نرمی اختیار کرنا ایک قاعدہ خاطئہ ہے۔ جس طرح حلال و حرام اور احکامِ شرعی کی روایات دین ہیں بالکل اسی طرح ترغیب و ترہیب اور فضائلِ اعمال وغیرہ کی روایات بھی دین کا جزء ہیں چنانچہ ان کے لیے علیحدہ علیحدہ معیار اپنانا غیر مناسب ہے۔ چونکہ یہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے لہٰذا اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے لیے راقم کی کتاب "ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت[۲۷]" کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

اگر اس یا اس جیسی دوسری ضعیف اور منکر احادیث کے ساتھ متشددانہ رویہ اختیار نہ کیا جائے تو پھر شریعت میں اس چور دروازہ سے داخل ہونے والے ضعیف، منکر، بے اصل اور موضوع روایات کے ناپید کنار سیلاب کو روکنے کی ہر سعی لاحاصل ہو کر رہ جائے گی۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ اس رجلِ مبہم کی کوئی تعیین نہ کی جائے۔ جب اللہ تعالیٰ خود اس شخص کو پردۂ اخفاء میں رکھنا چاہتا ہے تو ہم خواہ مخواہ اس کی کھوج میں لگ کر اپنا وقت

۲۷ھ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان ۱۹۹۰ء

ضائع کیوں کریں؟ پھر اس رجلِ مبہم کی تعیین میں ثعلبہؓ کا ذکر کر دینے سے زیرِ مطالعہ آیات کا مفہوم کچھ زیادہ واضح بھی نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنے میں جو قباحتیں ہیں (مثلاً احادیثِ صحیحہ کا انکار، بدری صحابی رسول پہ طعن و تبرّا اور مجمع علیہ شرعی قاعدہ کا اخلاف) ان کا تفصیلی ذکر اوپر ہو چکا ہے اور جہاں تک علامہ شوکانی اور ابنِ کثیر رحمہما اللہ کا اس روایت پر کوئی "سخت ریمارک" نہ ہونے کا تعلق ہے تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ایسے متعدد مقامات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جہاں امام موصوف نے تساہل سے کام لیا ہے۔ یہی کچھ صورت حال علامہ شوکانی کی "فتح القدیر" کی بھی ہے۔ لہٰذا ان حضرات کی جانب سے اس روایت کے متعلق کوئی سخت ریمارک موجود نہ ہونا اس روایت کے لیے سندِ صحت یا جواز فراہم نہیں کرتا بلکہ آں رحمہا اللہ کے تساہل اور ان کی لاعلمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصۂ کلام یہ کہ آیاتِ صدقات کے اسبابِ نزول کے بارے میں کوئی خاص واقعہ قطعی طور پر ثابت نہیں ہے لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ سورہ توبہ کی ان آیات کو کسی مخصوص شخص کے بجائے عام منافقین کے بارے میں منزل مانا جائے جیسا کہ ماضی قریب کے بعض مشہور مفسرین نے بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں:

"... اس میں اہلِ ایمان کو جہاد پر اُکسایا گیا ہے اور ان لوگوں کو سختی کے ساتھ ملامت کی گئی ہے جو نفاق یا ضعفِ ایمان یا سستی و کاہلی کی وجہ سے راہِ خدا میں جان و مال کا زیاں برداشت کرنے سے جی چرا رہے ہیں۔" [۸۳]

حکومت سعودیہ کے علماء خیر شہر القصیم کے ایک مشہور عالم و مفسر شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی فرماتے ہیں: "ومن هؤلاء المنافقين"[۸۴] اور شارحِ ترمذیؒ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کے مایۂ ناز شاگرد ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی المراکشیؒ (سابق استاذ جامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ) اور ان کے رفیق کار ڈاکٹر محمد محسن خان صاحب نے اپنی مشترکہ انگریزی تفسیر (معانی القرآن الکریم) "The Meaning of Holy Quran" میں اس کے عموم کو ہی ترجیح دی[۸۵] ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

---

[۸۳] تفہیم القرآن للمودودی ج ۲ ص ۱۶۶ [۸۴] تفسیر کلام المنان ج ۳ ص ۲۶۹ [۸۵] معانی القرآن الکریم للہلالی ص ۱۹۸